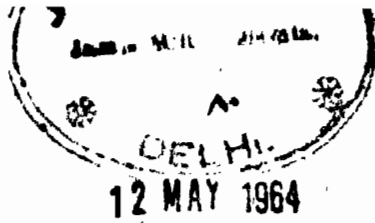


الرحیم جہڑ آباد



مئی ۱۹۶۴ء

ایڈیٹر صاحب

چاہتا ہوں کہ پروفیسر خالد عمر صاحب کے لمبیلے مکتوب پر کچھ لکھوں۔ لیکن اس سے چونکہ لمبی چوڑی بحثوں کا دروازہ کھل جائیگا۔ جس کا کہ شاید لکھنا "متمل نہ ہو، اس لئے یہاں صرف چند فقراتوں پر اکتفا کرتا ہوں۔

صاحب موصوف کا یہ ارشاد بالکل بجا ہے کہ ایک "قدیم" چیز کو محض اس لئے ترک کر دینا کہ وہ "قدیم" ہے، صحیح نہیں، لیکن انہوں نے یہ جو فرمایا ہے، کہ انسانی عقل تو صدیوں میں ایک چھوٹے سے کیڑے کے متعلق بھی صحیح معلومات نہیں حاصل کر سکتی۔ یہ حقیقت نہیں انسانی عقل نے تجربہ، مشاہدہ اور مسلسل جدوجہد کے ذریعہ خدائی کائنات کے وہ وہ راز سر بہتہ معلوم کئے ہیں کہ سائنس سے تھوڑی بہت شد بڈ رکھنے والا بھی اس سے واقف ہے۔ عقل بھی آخر عطیہ خداوندی ہے۔ اور اس کے کمالات بھی ایک لحاظ سے اسی ذات حق کے کمالات ہیں، جو مصدرِ وحی والہام ہے۔

پروفیسر صاحب کا یہ ارشاد کہ "نہ دنیا بدلتی ہے، نہ زمانہ بدلتا ہے، نہ انسانی فطرت بدلتی ہے۔۔۔" بدیہی طور سے حقیقتِ واقعی کے اتنا خلاف ہے کہ شاید ہی کوئی ذی ہوش انسان اس سے اتفاق کرے۔ بقول اقبال یہاں تو ثبات ایک تفسیر کو ہے زمانے میں؛ یہ دعویٰ کہ نہ دنیا بدلتی ہے، نہ زمانہ، قدامت کے حق میں منطقی سی دلیل ہے۔

آخر میں موصوف نے یہ جو فرمایا ہے کہ "مسلمانوں کے لئے حکم" کا مرتبہ قرآن اور سیرتِ قائم النبیین کو حاصل ہے اور اس لئے اسلاف کا نام لے کر ایسی (یعنی تجدیدی) کوشش کرنا بے سود ہوگا، سو عرض یہ ہے کہ بے شک "حکم" تو قرآن و سیرت ہی ہے، لیکن اگر ان سے اسلاف کا کوئی استنتاجِ حجت نہیں تو آپ اس سے جو نتیجہ نکالیں گے، وہ کیسے حجت مانا جائے گا۔ اس بارے میں صواب و ناصواب کا آفر معیار کیا ہے؟

الطاف جاوید۔ مارٹن روڈ، کراچی